

## قرآن کا منہج تشریح

☆ سید عبدالرحمن بخاری

### شریعت انسان کی فطری عمرانی ضرورت

انسان کی معاشرت پسندی ایک بدیہی حقیقت ہے<sup>(۱)</sup> اور اس کی نمود زندگی کے حیاتیاتی اور تشریحی دونوں دائروں میں بھرپور، حیاتیاتی دائرے میں انسان کی مدنیت پسندی اس کی فطری ضروریات کے آئینے میں جلوہ گر ہوتی ہے اور تشریحی دائرے میں تمدنی ضوابط کے حوالے سے انہی تمدنی ضوابط کا مجموعہ قانون کہلاتا ہے اور قانون کا تعلق زندگی کے ساتھ اس قدر اہل اور بنیادی ہے کہ اس کے بغیر ہیئت اجتماعیہ کی تشکیل ممکن ہے نہ فرائض حیات کی حسن ادائیگی<sup>(۲)</sup>، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس کے بغیر انسانی وجود کی بقاء ہی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ جہی تو علامہ ابن قیم نے شریعت کو حیات انسانی کے لیے غذا و دوا اور سانس کی آمد و رسد سے بھی زیادہ ضروری قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

”حاجة الناس الى الشريعة ضرورية فوق حاجتهم الى كل شئ ولا نسبة  
لحاجتهم الى علم الطب اليها— — ولا لحاجة الى التنفس فضلا عن الطعام  
والشراب لان غاية ما يقدر من عدم التنفس والطعام والشراب موت البدن و  
تعطل الروح عنه وأما ما يقدر عند عدم الشريعة ففساد القلب والروح جملة  
وهلاك الابدوشتان بين هذا وهلاك البدن بالموت.“<sup>(۳)</sup>

یعنی انسان کے لیے شریعت کی ضرورت دوا و علاج اور خورد و نوش ہر چیز سے زیادہ حتیٰ کہ خود عمل تنفس سے بھی بڑھ کر ہے، کیونکہ ان اشیاء سے محرومی کا زیادہ سے زیادہ نقصان موت جسمانی ہے لیکن شریعت کے نہ ہونے سے قلب و

روح کا فساد اور دائمی ہلاکت و بربادی لازم آتی ہے اور نقصان کی ان دونوں صورتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

الغرض انسانی فطرت کا تشریحی ظہور ایک قانونی نظام کا تقاضا کرتا ہے اور قانونی نظام وہی معتبر ہے جو خود زندگی دینے والی کی عطا ہو۔ خدا کا دیا ہوا قانون شریعت کہلاتا ہے اور اس کی سب سے آخری، سب سے کامل اور سب سے برتر شکل حضور رحمت عالم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت ہے۔ حضور سید کائنات ﷺ کی صرف نبوت ہی آفاقی نہیں، شریعت مطہرہ بھی آفاقی ہے۔ مخلوق کے لیے فطری، دائمی اور ہمہ گیر نظام رشد و فلاح ایسا ضابطہ حیات ہے جس میں حسی مادیت ایک برتر روحانیت کے تابع، عملی واقعیت ایک بلند نظر مقصدیت سے ہمکنار اور فکری وحدت ایک لامتناہی تنوع میں جلوہ گر ہے۔ ایسا نظام ہدایت جو فرد کی تکمیل سے لے کر معاشرہ کی تعمیر تک، تزکیہ روح سے لے کر سیاست ملی تک اور دنیوی سعادت سے لے کر اخروی فلاح تک زندگی کے ہر زاویے کو اجاگر کرتا ہے۔ ایک مغربی ناقد این جے کولسون کے الفاظ ہیں:

In theory of course, the shariah has always been a totalitarian and comprehensive code of conduct covering every aspect of human life.<sup>(۴)</sup>

یعنی نظری طور پر شریعت اسلامیہ ہمیشہ سے ایک مکمل اور جامع ضابطہ عمل ہے جو انسانی زندگی کے تمام شعبوں کا پوری طرح احاطہ کیے ہوئے ہے۔

الغرض شریعت اسلامیہ اپنی جامعیت، تنوع اور ہمہ گیری کے لحاظ سے زندگی کی بے کراں وسعتوں سے ہمکنار، تہذیب و تمدن کے سب گوشوں پر حاوی اور اپنے اصول و فروع کی لامتناہی کثرت کے ساتھ کبھی خشک نہ ہونے والا ایسا چشمہ علم و حکمت ہے جس کی نظیر اقوام عالم میں کہیں ممکن نہیں۔

اسلام میں قانون سازی کا سرچشمہ خدا کی ذات ہے اس لیے وہی تمام احکام شریعت کا اساسی مصدر، جملہ اقدار حیات کا اذلیں ماخذ اور مشروعیت علیا کا حقیقی معیار قرار پاتی ہے۔ وحی کا تصور یوں بھی دنیا میں تاریخ مذاہب کا نقطہ آغاز ہے۔ ہر قوم اپنے مذہبی عقائد

و نظریات کا تانا بانا وحی کے عناصر ہی سے بنتی ہے۔ وحی کے اثبات یا دعویٰ کے بغیر کسی مذہب، تہذیب یا دینی روایت کا تشخص قائم نہیں ہوتا اور اسلام تو اپنی آغوش میں وحی کے تمام پاکیزہ سرچشموں کو سمیٹے ہوئے ہے اور ان کی تکمیل بھی کرتا ہے۔ لہذا اسلامی شریعت کا سنگ بنیاد ہی نہیں تعبیر و تشریح کا پیمانہ اور توسیع و تفریح کا سانچہ بھی وحی الہی کی روشنی میں وضع ہوا اور برتا گیا۔ نزول وحی اس کی اساس، ادراک وحی اس کی دریافت اور تعبیر وحی اس کا منہاج ہے۔ یوں لگتا ہے وحی الہی ایک آبرار ہے جس سے شریعت کے ان گنت احکام قطرہ قطرہ پھوٹ رہے ہیں اور زندگی کی روش روش مہکا رہے ہیں۔ وحی الہی کی دو قسمیں ہیں: ایک وحی جلی یا تملو جو قرآن میں محفوظ ہے اور دوسری وحی خفی یا غیر تملو جو سنت نبوی سے عبارت ہے۔ (۵) ہم وحی جلی یعنی قرآن حکیم کے منہاج تشریح پر بالاختصار گفتگو کریں گے۔

### قرآن --- منج تشریح

یوں تو قرآن بھی دیگر آسمانی کتابوں کی طرح ایک صحیفہ ساوی ہے لیکن سب سے الگ اور سب سے جدا۔ کہنے کو قرآن بھی وحی الہی ہے لیکن مجرد وحی نہیں۔ یہ تو خدا کی جلی ذاتی اور ازلی صفت کلام ہے جو حضرت مجدد الف ثانیؑ کے الفاظ میں: ”تمام کمالات ذاتی اور شیونی کا جامع ہے اور دائرہ اصل میں اس طرح داخل ہے کہ ذرہ برابر ظلیت اس کی طرف راہ نہیں پاسکتی“۔ (۶) سادہ الفاظ میں یوں سمجھئے کہ جس طرح پھول کی پتیوں میں اس کی خوشبو چھپی ہوتی ہے بلامثیل ایسے ہی خدا اپنے کلام کے اندر پنہاں ہے۔ یوں قرآن اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا آئینہ بن گیا ہے۔ خدا نور ہے تو قرآن بھی نور۔ (۷) وہ بے مثل ہے تو یہ بھی بے مثل۔ (۸) وہ انسانی علم و ادراک کی حدود سے ماوراء ہے تو یہ بھی۔ (۹) خدا کی ایک جلی سے کوہ طور ریزہ ریزہ ہو گیا۔ (۱۰) اور قرآن کے بارے میں وہ کہتا ہے کہ: ”اگر ہم اسے پہاڑ پر اتارتے تو اس کی ہیبت و جلال سے وہ پاش پاش ہو جاتا۔“ (۱۱) جیسی تو زمین و آسمان اور پہاڑوں نے قرآن کی ربانی امانت کا بارگراں اٹھانے سے عاجزی کا اظہار کر دیا۔ (۱۲) اور خدا نے اس کے لیے انسان کامل محمد مصطفیٰ ﷺ

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیكون للعلمین نذیراً (۱۴)  
یعنی بابرکت ہے وہ ذات جس نے قرآن اپنے خاص الخاص بندے کے سینے  
پر اتارا تاکہ اسے عالمین کا ہادی بنا دے۔

عالمین کے لیے حضور اکرم ﷺ کی ہدایت کا ایک فیضان شریعت محمدی ہے اور قرآن  
اس شریعت کا منبع۔ پہلی وحی سے پڑھنے کا حکم ملا (۱۵) اور یہ شریعت کا آغاز تھا۔ پھر جوں  
جوں قرآن اترتا رہا، شریعت آتی رہی۔ نزول قرآن کا تسلسل شریعت کا استحکام ہے اور اس  
کی تدریج شریعت کا ارتقاء، ترتیب نزولی کا تعلق تاسیس شریعت سے ہے اور ترتیب تلاوت  
کا تعلق تعمیل شریعت سے۔ نصوص قرآنی کے تنوع میں وسعت شریعت کا راز پنہاں ہے اور  
وجوہ خطاب کی نیرنگی میں اس کے مختلف گوشے نمایاں ہو رہے ہیں۔ دلائل کی قوس قزح  
میں شریعت کا استناد چمک رہا ہے اور بیان کے اسالیب میں شریعت کی توانائی ظاہر ہو رہی  
ہے۔ اسباب نزول میں تشریح کے عوامل جلوہ گر ہیں اور وسعت اطلاق سے شریعت کی  
آفاقیت ہویدا۔ الفاظ کے در و بست میں شریعت کا جمال تابانی دے رہا ہے اور معانی کے  
بیکراں سمندر میں شریعت کا کمال موجیں اٹھا رہا ہے۔ عموم و خصوص کے زاویوں سے خطاب  
شریعت کے دائرے بن رہے ہیں اور مطلق و مقید کے پردے میں احکام کی درجہ بندی ہو  
رہی ہے۔ محکم اور متشابہ کا امتیاز فہم شریعت کی حدود بتا رہا ہے اور حقیقت و مجاز کے آئینے  
میں شریعت کے معیار جھلک رہے ہیں۔ مشترک اور خفی میں شریعت کا احاطہ کارفرما ہے اور  
ظاہر و موول سے شریعت کی پرتیں کھل رہی ہیں۔ اجمال کی لڑی میں شریعت کے اصول  
پردے ہوئے ہیں اور تفصیل کے سانچوں میں لاتعداد جزئیات چنپ رہی ہیں۔ اوامر و نواہی  
اقدار شریعت سے عبارت ہیں اور خبر و نداء تبلیغ شریعت کے آہنگ۔ الغرض قرآن کے ہر ہر  
لفظ سے شریعت کے انوار پھوٹ رہے ہیں اور شریعت کے ہر ہر نقش کا مصدر کلام پاک  
ہے۔ اب آئیے! ذرا اس اجمال کی قدرے تفصیل سے فیضیاب ہوں اور قرآن کے منج  
تشریح کی خصوصیات اور نمایاں خدوخال کی چند جھلکیاں دیکھیں۔

## قرآن کی مجموعی تشریحی فکر

ہر قوم و ملت کا قانونی نظام اس کے نظریہ حیات، تہذیب، تصورات اور ملی احساسات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اس لیے قومی مزاج کا اختلاف لازماً قانونی نظام کے اختلاف کی صورت میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ مختلف نظامہائے قوانین کا یہ اختلاف ہر قانونی نظام کے مجموعی تشریحی فکر میں منعکس ہوتا ہے۔ تشریحی فکر سے مراد ہر قانونی نظام کے مخصوص مقاصد و اہداف، منفرد قواعد و ضوابط اور طرق نفاذ و تطبیق میں جاری و ساری فکری اور اس کے تمام شعبوں اور اداروں پر محیط وہ مجموعی رنگ ہے جو اسے دیگر نظامہائے قوانین سے تفرق و امتیاز بخشتا ہے۔ قرآن کے منج تشریح کا اساسی نقطہ یہ ہے کہ اس نے امت مسلمہ کو ایک منفرد اور جداگانہ تشریحی فکر سے نوازا ہے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ قرآن حکیم کی سازشے چھ ہزار سے زائد آیات میں سے کل پانچ سو آیات ایسی ہیں جن کا تعلق احکام شریعت سے ہے اور یہ تعداد بہت مختصر ہے لیکن میرا احساس یہ ہے کہ اسی اجمال و اختصار میں قرآن کے منج تشریح کا سارا امتیاز اور اس کی عظمت کا راز پنہاں ہے۔ قرآن کا ارتکاز کیت پر نہیں کیت پر ہے۔ اس کی قلت میں کثرت اور تحدید میں وسعت ہے۔ اس کے اجمال میں احاطہ اور تبیین میں تائیس ہے۔ اس کی خبر میں طلب اور سکوت میں اباحت ہے۔ اس کے اشاروں میں کلام اور بیان میں جہان ہے۔ لفظ نہ گنومعنی میں جھاگو۔ ظاہر نہ دیکھو باطن میں اترو۔ عدد کو چھوڑو اثر پر جاؤ، اس کا ایک بھی لاکھوں پر بھاری ہے۔ اس کا ہر حرف ایک حقیقت، ہر لفظ ایک جہان اور ہر آیت خود قرآن ہے۔ یہ احکام کی تعداد نہیں بڑھاتا ان کی تاثیر دکھاتا ہے، یہ شریعت کے دائرے نہیں بناتا اس کا مزاج بناتا ہے۔ یہ قواعد نہیں سکھاتا، مقاصد اُتارتا ہے۔ یہ راستہ نہیں سنوارتا منزل تک پہنچاتا ہے۔ یہ تشریح کا کام نہیں کرتا، تشریحی فکر دیتا ہے۔ دنیا کا سارا تشریحی خزانہ ایک طرف اور تنہا قرآن کی تشریحی فکر دوسری طرف۔ یہ سب پر بھاری ہے۔ دنیا کے قانون ضوابط کا انبار ہیں، قرآن اصول تشریح۔ دنیا کے قوانین دفعات کی گنتی، قرآن کی تشریح اقدار کی کسوٹی۔ دنیا کے قوانین رسوم کا گورکھ دھندہ، قرآن کی تشریح محکم اساس۔ دنیا کے قوانین افراد کے تابع، قرآن معیار تشریح، دنیا کے قوانین بدلنے موسم، قرآن کی تشریح حرف آخر، آئیے! قرآن کی تشریحی

فکر کے چند امتیازات پر ایک نظر ڈالتے چلیں۔

### ۱۔ مشروعیت علیا Super Legality

قرآنی تشریح کا سنگ بنیاد مشروعیت علیا Super Legality کا منفرد دینی تصور ہے جس کی بنیاد ایمان باللہ پر استوار ہے اور جس کا لازمی نتیجہ زندگی کے تمام فکری و عملی دائروں میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت مطلقہ Absolutely Sovereignty اور اس کے عطا کردہ احکام و اقدار کی کلی سیادت و فوقیت کی صورت میں مرتب ہوتا ہے۔ چونکہ تشریح کا منبع خدا کی ذات ہے اس لیے وحی خداوندی سے حاصل ہونے والے احکام تنظیم زندگی کی اساس اور حق و انصاف کا معیار قرار پاتے ہیں۔ ہر چیز کے نفع و ضرر اور جواز و عدم جواز کا پیمانہ الہامی ہدایت ظہرتا ہے اور یوں انفرادی و اجتماعی زندگی کے جملہ مظاہر و آثار اور تمام سیاسی و عمرانی احوال پر مشروعیت علیا کا ایک مقدس دینی و روحانی رنگ چھا جاتا ہے۔ مصر کے ایک عظیم محقق ڈاکٹر مصطفیٰ کمال وصفی کے الفاظ میں:

”وتؤدی سیادة هذه المشروعية الى أن تصير اوامر الله تعالى و نواهيہ اساساً للمشروعية و معياراً للحق والعدل والاباحة والآداب و مناهج المعيشة فما قام على اساسها كان شرعياً و ما خالف هذا الاساس كان مجافياً للشرع و ما طابقها كان صحيحاً و ما جافاها كان باطلاً— و كذا في اعتبار الآداب فما لم يوافق هذه المشروعية لم يوافق الآداب.“ (۱۶)

یعنی قرآن کی مشروعیت علیا کے نتیجے میں خدا کے احکام حق و انصاف کا معیار، جواز و عدم جواز کی اساس اور اخلاق و آداب زیت کا پیمانہ قرار پاتے ہیں۔ جو چیز قرآنی مشروعیت سے ہم آہنگ ہو وہ جائز ہے ورنہ ناروا۔ جو عمل اس کے مطابق ہو وہ صحیح ہے ورنہ باطل۔ اسی طرح تمام آداب زندگی کے درست یا غلط ہونے کا اعتبار اسی قرآنی مشروعیت کے حوالے سے قائم ہوتا ہے۔

قرآن کی مشروعیت علیا کا یہ دینی تصور مسلمانوں کی تہذیبی زندگی کے تمام انفرادی و اجتماعی مظاہر کو ایک ہی رنگ میں رنگ دیتا ہے جس کے نتیجے میں سوسائٹی کا ہر فرد اور ہر

ادارہ ایمانی تقاضوں کی بحیثیت، احکام الہیہ کے نفاذ اور مصالح اجتماعیہ کے حصول کی جدوجہد میں فکری اور عملی اور روحانی ہر لحاظ سے ایک فعال حرکی قوت کا روپ دھار لیتا ہے اور یوں اسلامی معاشرہ اور اس کا تمدنی و قانونی نظام ثبات و استقرار کی دولت سے بہرہ ور ہوتا ہے۔

## ۲۔ مقصدیت و مصلحت

قرآن کے منج تشریح کی دوسری اساس مقصدیت ہے۔ قرآن حکیم کے نصوص و آیات، دلائل و شواہد اور احکام و قواعد کا استقراء تام اس حقیقت کو پوری طرح واضح کر دیتا ہے کہ اس کا تشریحی نظام سراسر مقصدیت پر استوار ہے۔ ائمہ فقہ و شریعت کا اس بات پر اجماع ہے۔ قرآن حکیم کے تمام تکلفی اور وضعی احکام بالذات مشروع نہیں بلکہ متعین مقاصد کے وسائل و ذرائع کی حیثیت رکھتے ہیں۔ (۱۷) قرآنی تشریح دیگر نظامہائے قوانین کی طرح صرف احکام و ضوابط کا نام نہیں بلکہ احکام اور ان کے مقاصد دونوں کے مجموعے سے عبارت ہے۔ یہ دو الگ الگ چیزیں نہیں بلکہ ایک ہی مربوط کل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لیے ایک کے بغیر دوسرا بے معنی ہے۔ بقول ڈاکٹر محی الدینی:

” ان الحکم و حکمة تشریعہ فی التشریع الاسلامی مقترنان متکاملان

فکلاهما من وضع الشارع الحکیم و کلاهما شرع و قانون“ (۱۸)

یعنی شریعت اسلامیہ میں حکم اور اس کی تشریحی حکمت دونوں مربوط اور محکوم

ہیں کہ دونوں ایک ہی شارع حکیم (اللہ تعالیٰ) کے وضع کردہ ہیں اور دونوں مل

کر شریعت کہلاتے ہیں۔

اس حقیقت کی مزید وضاحت استاد علال الفاسی کے اس بیان سے ہوتی ہے:

”ولیس المقاصد الشرعیة مصادر تشریع خارجہ۔۔۔ بل الادلة الاصلیة

والمقاصد جزء من المصادر الاساسیة للتشریع الاسلامی۔۔۔ فالشریعة

احکام تنطوی علی مقاصد و مقاصد تنطوی علی احکام“ (۱۹)

یعنی مقاصد شریعت اسلام کے خارجی تشریحی مصادر نہیں بلکہ اولہ اصلیہ اور تشریح

اساسی (قرآنی تشریح) کا جزو لاینفک ہیں۔ قرآن تشریح احکام اور ان کے مقاصد کا مجموعہ ہے۔

الغرض مقصدیت نہ صرف قرآن حکیم کے منج تشریح کا خاصہ ہے بلکہ منج تو یہ ہے کہ قرآن حکیم کی مجموعی تشریحی فکر ایک لفظ میں مقصدیت ہی سے عبارت ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس مقصدیت سے مراد کیا ہے تو اس بارے میں امام عزالدین ابن عبدالسلام کی یہ تصریح دو ٹوک ہے کہ:

”الشريعة كلها مصالح إما ذرة مفاسد أو جلب منافع“ (۲۰)

یعنی شریعت سراسر مصلحت پر استوار ہے، خواہ دفع مفاسد کے طور پر یا جلب منافع کی صورت میں۔

اور علامہ ابن قیم نے تو یہ کہہ کر بات ہی ختم کر دی ہے کہ:

”ان الشريعة مبناها و اساسها على حكم و مصالح العباد في المعاش و المعاد“ (۲۱)

یعنی شریعت کی بنیاد حکمتوں اور لوگوں کے دنیوی و اخروی مصالح پر ہے۔

### ۳۔ اخلاقی مثالیت

قرآن کی تشریحی فکر کا محور اول و آخر مکارم اخلاق کی تکمیل ہے، کیونکہ اس کے بغیر تعلق باللہ کا استحکام اور رضاء الہی کا حصول ممکن ہے نہ زندگی کا قیام اور مصالح کا تحقق۔ چنانچہ قرآنی تشریح کے تمام مبادی و احکام حصول اخلاق کے ذرائع اور تزکیہ نفس کے وسائل کی حیثیت رکھتے ہیں جیسا کہ شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے کہ:

”قرآنی احکام کا وجوب اور حرمت اس امر پر مبنی ہے کہ ان اعمال کی انجام دہی یا ترک سے انسان کا تزکیہ نفس ہوتا ہے اور اس کے باطنی اخلاقی تقاضوں کی تکمیل ہوتی ہے۔“ (۲۲)

بات یہ ہے کہ اجتماعی زندگی کی تشکیل و تنظیم کے لیے اخلاقی اقدار کی ضابطہ بندی فطرت انسانی کا ایک ناگزیر تقاضا ہے کیونکہ بعض اعلیٰ طبائع سے قطع نظر نوع انسانی کی عام



اکثریت کے لیے محض مثالی اخلاقی ہدایات کوئی معنی نہیں رکھتیں جب تک انہیں تشریحی ضابطوں اور جزا و سزا سے منسلک کر کے ایک مکمل نظام حیات کی صورت میں پیش نہ کیا جائے۔ (۳۳) اسی لیے دنیا کے تمام مذاہب اپنے اندر اخلاقی فرائض کا تصور لیے ہوئے ہیں۔ جلیل القدر اسلامی مفکر ڈاکٹر عبداللہ دراز کے الفاظ ہیں:

”يستتدای مذهب اخلاقی علی فکرۃ الالزام، فهو القاعدة الاساسية والعنصر النووی الذی يدور حوله کل النظام الاخلاقی والذی یؤدی فقهه الی سحق جوهر الحكمة العلمية وفساد النظام.“ (۳۴)

یعنی تمام اخلاقی نظریات لزوم و فرضیت کے تصور پر قائم ہیں کہ یہی وہ اساسی قاعدہ اور محوری عنصر ہے جس پر کل اخلاقی نظام استوار ہے اور اس کا فقدان جوہر حکمت، احساس مسئولیت اور نظام اجتماعی کا خاتمہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہدایت رہائی کے آخری سرچشمہ قرآن حکیم نے فطری اصول اخلاق میں فرضیت و لزوم کا عنصر شامل کر کے انہیں تکلیفات شرعیہ اور احکام قانونیہ کا رنگ دے دیا ہے۔ چنانچہ تشریح قرآنی میں اشیاء کی حرمت و اباحت کا مدار ان کے طیب و خبیث یعنی اخلاق کے لیے نفع بخش یا مضرت رساں ہونے پر ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”ويعمل لهم الطيبات ويعموم عليهم الخبث“ (۳۵) سے ظاہر ہے۔ اسی طرح اعمال اور رویوں کا جواز و عدم جواز ان کے ”معروف“ یا ”مکر“ یعنی فطری اخلاق کے موافق یا متصادم ہونے پر منحصر ہے۔ ”شاہ ولی اللہ“ کے الفاظ ہیں:

”انسان کی قوت ملکیت کے موافق اور موجب لذت تمام افعال اس کے لیے فرض اور تقاضائے بیہیت کی جملہ باتیں ممنوع قرار دی گئی ہیں“ (۳۶)

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو قرآنی تشریح کا محور سراسر اخلاق کریمانہ کی تحصیل اور انفرادی و اجتماعی سطح پر فضائل و اقدار کا فروغ قرار پاتا ہے۔ دور جدید کے ایک عظیم محقق استاد علاء الفاسی کے بقول:

”مکارم الاخلاق مقياس كل مصلحة و اساس كل مقصد من مقاصد الاسلام“ (۳۷)

یعنی مکارم اخلاق ہر تشریحی مصلحت کا پیمانہ اور جملہ مقاصد اسلام کی اساس ہے۔

## قرآن کا تشریحی اسلوب

پہلے بھی آسمان سے کتابیں اتریں اور شریعتیں آئیں مگر قرآن کا منج تشریح سب سے الگ اور سب سے جدا ہے۔ قرآن کے مقاصد تشریح ہوں یا معیار تشریح، اصول تشریح ہوں یا اسلوب تشریح ہر لحاظ سے یہ ایک بے مثل کتاب ہے۔ دنیا میں قانون سازی کے جتنے بھی اسالیب ممکن تھے قرآن نے ان سب کے اچھے پہلو اپنے اندر سمو لیے ہیں اور ان سے بڑھ کر دنیا والوں کو بے شمار نئے اور عظیم تشریحی اسالیب عطا کیے ہیں جن کا تصور بھی انسانی عقل و خرد کی رسائی سے باہر تھا۔ قرآن کے تشریحی اسالیب کا احاطہ کرنا تو ممکن ہی نہیں۔ یہاں بطور نمونہ صرف چند اسالیب کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

### ۱۔ نئے تشریحی حقائق

قرآن نے تشریح کے مقاصد، معیارات اور اصول ہی نہیں بنائے، بالکل نئے اور منفرد تشریحی حقائق بھی وضع کیے ہیں۔ نئی اقدار تخلیق کیں۔ نئے قانونی سانچے دیئے۔ نئی شرعی اصطلاحات تراشیں اور نئے پیمانے عطا کیے۔ قرآن کی تشریحی فکر نے تمدن کی سپرٹ (Spirit) اور فارم (Form) ہر دو اعتبار سے بے شمار نئی تخلیقی روایات قائم کی ہیں۔ سماجی تعامل (Social Interaction)، معاشرتی وظائف (Social functions) اور شرعی عرف و عادت کے بہت سے نئے دائرے تخلیق کیے ہیں۔

### ۲۔ اسالیب خطاب

قرآن حکیم بندوں کے نام خدا کا آخری پیغام ہدایت ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے خطاب کر رہا ہے۔ یہ تشریحی خطاب ہے اور اس میں لاتعداد اسالیب برتے گئے ہیں۔ خطاب تکلیف، خطاب وضع، خطاب تشریف، خطاب تعجیز، خطاب تجیب، خطاب تحسن، خطاب مہمیز، خطاب ترغیب، خطاب تموین، خطاب تکذیب، خطاب تہجیح، خطاب استفہام، خطاب ترمجی، خطاب اعتبار، خطاب تحکم، خطاب اہانت، خطاب کرامت، خطاب روح، خطاب

ذم، خطاب جنس، خطاب نوع، خطاب عین، خطاب عام، خطاب خاص، خطاب شخص، خطاب جمع، خطاب تہقید، خطاب اطلاق۔ غرض بے شمار اسالیب خطاب ہیں (۳۸) اور ہر ایک خطاب، تشریح کا ایک خاص رنگ اور جداگانہ آہنگ لیے ہوئے ہے۔

### ۳۔ طرز استدلال

قرآن کے اسلوب تشریح کا سب سے اہم اور بنیادی پہلو اس کا یکتا اور یگانہ طرز استدلال ہے۔ عربی زبان کی وسعت اپنی جگہ مگر قرآن کا اعجاز یہ ہے کہ عرب کے ان پڑھ بدوؤں سے انہی کی زبان میں خطاب کر رہا ہے اور ازل سے ابد تک کے جملہ ماورائی حقائق ان کے ذہنوں میں اتارتا چلا جا رہا ہے۔ ہر شخص ہر بات کو باسانی سمجھ رہا ہے مگر قرآن کے ایک فقرہ کا بدل لانے سے قاصر ہے۔ اس اعجاز کا راز قرآن کے منفرد طرز استدلال میں پوشیدہ ہے۔ (۳۹) ایک ایک لفظ سینکڑوں معانی پر دلالت کر رہا ہے۔ ہر لفظ کا ایک ظاہری پہلو ہے اور ایک باطنی، ہر عبارت کی ایک دلالت اصلی ہے ایک تقصیمی اور ایک التزامی۔ ہر فقرہ کا ایک براہ راست مفہوم ہے اور ایک بالواسطہ۔ ہر خطاب بیک وقت معانی اربعہ اور معانی ثانویہ پر محیط ہے۔ (۴۰) اور یوں معانی و اطلاقات کے اس بحر بیکراں میں تشریح اسلامی کے اصول خزانے چھپے ہوئے ہیں۔

### ۴۔ تشریحی علامات

قرآن حکیم اپنے تشریحی منہاج میں صرف طرز استدلال کے بولچوں اسالیب ہی بروئے کار نہیں لاتا بلکہ لامحدود تکنیکی، تہذیبی اور ماورائی تشریحی حقائق کو اجاگر کرنے کے لیے تمثیلات، تشبیہات، استعارات اور علامات بھی پوری طرح استعمال کرتا ہے۔ معروف نو مسلم مفکر عیسیٰ نور الدین (فرخچون شواں) اس بارے میں لکھتے ہیں:

یوں محسوس ہوتا ہے گویا حق سبحانہ و تعالیٰ ہزاروں صدائیں بیان کرنے کے لیے صرف چند درجن الفاظ پر اکتفا کرتے ہوئے معانی کی گہرائیوں تک ہمارے اذہان کو پہنچانے کے لیے تلمیحات، کنایات اور علامات کو استعمال کر رہا ہے۔ (۴۱)

## ۵۔ سوالوں کے جوابات

قرآن کے تشریحی اسلوب کا ایک نمایاں پہلو اپنے مخاطبین کے ذہنوں میں ابھرنے والے سوالات کے جواب مہیا کرنا ہے۔ ویسے اگر دیکھا جائے تو ہر وحی انسانی فطرت کے تقاضوں اور تمدنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے آتی ہے اور اس لحاظ سے یہ تقاضے انسان کی جانب سے ایک سوال کی حیثیت رکھتے ہیں اور وحی ان کا جواب قرار پاتی ہے۔ (۳۲) تاہم قرآن حکیم میں اس سے بڑھ کر یہ بھی ہے کہ بالفعل لوگ اپنے مسائل اور ضرورتیں لے کر بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوتے اور قرآن ان سوالوں کا جواب بن کر نازل ہوتا۔ عربوں کے ان پڑھ ہونے کا یہ ایک بہت بڑا فائدہ ہے جو نوع انسانی کو پہنچا کہ ان کے سادہ ذہن سوال پیدا کرتے رہے اور قرآن جواب میں تشریح کے نت نئے اسالیب برتا رہا۔ کہیں سوال کا براہ راست جواب دیا گیا۔ کہیں سوال سے ہٹ کر جواب دیا۔ اصل تشریحی ضرورت کو پورا کیا گیا اور کہیں سرے سے سوال کو نظر انداز کر کے تشریح کے مقاصد اور معیار کو اجاگر کیا گیا۔ (۳۳) الغرض سوال کی نوعیت، انسانی فطرت کی اصل ضرورتوں، ارتقاء تمدن کے بدلتے ہوئے تقاضوں اور آنے والے دور کے تہذیبی مسائل کو حل کرے کے لیے قرآن حکیم نے بہت سے تشریحی اسالیب کو اختیار کیا اور یوں اولاد آدم کو علم و فکر، تہذیب و تمدن اور تحقیق و استنباط کا انمول خزانہ ہاتھ آیا۔

## ۶۔ تدریجی نزول

قرآن حکیم یکبارگی نہیں اترا بلکہ لگ بھگ تیس سال کے عرصہ میں نازل ہوا اور یوں قرآن کی تشریحی فکر اس طویل عرصہ میں مکمل ہوئی۔ پھر اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ بہت سے احکام کئی مرحلوں میں دیئے گئے جیسے شراب کی حرمت، جہاد کی اباحت، بدکاری کی سزا، میراث کا نظام وغیرہ۔ اسی طرح متعدد احکام نسخ و ترمیم کے عمل سے گزرے۔ یوں ربیع صدی کے عرصے پر محیط انسانی زندگی کے تمام احوال، پیہم تعمیرات اور جملہ تہذیب امکانات کو قرآن حکیم نے اپنی لازوال تشریحی فکر میں سمیٹ لیا۔ جاہلیت کے اندھیروں میں قرآن کے تشریحی نور کی یہ کرنیں ربیع صدی تک مسلسل اجالے پھیلاتی رہیں۔ زندگی کے سفر میں

لحہ لہہ ابھرتے مسائل حل ہوتے رہے اور تمدن کا ارتقائی سفر جاری رہا۔ (۳۳) یوں لگ رہا تھا قرآن بشریت کا ہاتھ تھام کر الٰہی تشریح کے راستے پر دھیرے دھیرے منزل کی طرف لیے چلا جا رہا ہے تاکہ بالآخر ”الیوم اکملت لکم دینکم“ (۳۵) کی نوید جاں فزا سنا کر تکمیل شریعت کا اعلان کر دیا۔

## ۷۔ تشریحی تناظر

قرآن کا تشریحی اسلوب ہماری آج کی متفقہ کے ایکٹ یا عدلیہ کے فیصلوں اور قانونی نظائر کی طرح کوئی خشک چیز نہیں بلکہ خدا کے لطف و کرم کا فیضان، اس کی عنایتوں کی برکھا، محبتوں کی چاندنی اور مہربانیوں کی پھوار ہے۔ اس لیے قرآن جب کوئی شرعی حکم دینا چاہتا ہے تو قانون کی طرح یونہی سپاٹ زبان میں آرڈر جاری نہیں کر دیتا بلکہ اس کے لیے ایک حسین اور جاذب توجہ تشریحی تناظر مہیا کرتا ہے۔ یہ تشریحی تناظر کہیں ترغیب، ثواب، جنت اور اس کی بیش بہا نعمتوں کے ذکر سے بنتا ہے، کہیں خدا کی رحمتوں، نوازشوں اور مہربانیوں کے تذکرہ سے، کہیں موت کے احوال، سزا کے خوف اور نقصان کے اندیشوں سے اور کہیں آئندہ کے بارے میں پیشینگوئیوں یا امم سابقہ کے واقعات اور انبیاء کرام کے حالات بیان کرنے سے ابھرتا ہے۔ اس تشریحی تناظر میں رکھ کر جب کوئی شرعی حکم دیا جاتا ہے تو وہ سیدھا مخاطبین کے قلب و روح کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے۔ مشہور محقق حسین نصر کے الفاظ میں:

”تاریخی حقائق اور واقعات میں لپٹا ہوا پیغام الٰہی انسانی روح سے مخاطب ہے اور اس لحاظ سے قرآن حکیم انسان کے وجود ارضی کی عظیم تفسیر ہے“ (۳۶)

## قرآن کے اصول تشریح

قرآنی احکام کی لامحدود دستوں کا راز اس کے اصول تشریح کی گہرائی و گیرائی میں پنہاں ہے۔ فروع کی نمود اصول سے ہے اور احکام دلائل میں منحصر۔ وحی سرچشمہ دین ہے اور اس کا فہم قواعد پر موقوف۔ شریعت میزان حیات ہے اور اس کا قیام مقاصد کے تابع۔ انہی مقاصد، قواعد اور دلائل کا مجموعہ اصول تشریح کہلاتا ہے جو اپنے فکری، تہذیبی اور فنی

تناظر میں حیات انسانی کے تمام گوشوں، دین کی سب جہتوں اور علوم و فنون کے جملہ زاویوں پر محیط ہے۔ نفس و آفاق کے ہر سوال کا جواب اور انسانی زندگی کے ہر مسئلہ کا حل قرآن کے اصول تشریح میں ملتا ہے۔ فکر و دانش کا ہر معیار، بحث و تحقیق کا ہر منہاج اور استنباط و استدلال کا ہر میزان یہیں سے ماخوذ ہے۔ اس مختصر مضمون میں قرآنی اصول تشریح پر گفتگو تو درکنار ان کا شمار کرنا بھی ممکن نہیں۔ صرف بطور مثال چند عام سے اصولوں کی نشاندہی پر اکتفا کرتے ہیں:

### (۱) اصل اباحت ہے

قرآن حکیم اگرچہ ہماری زندگی کے تمام شعبوں کی حد بندی کرتا ہے لیکن اس کی یہ مداخلت صرف اصولی اور کلیاتی نوعیت کی ہے، تفصیلی اور جزئیاتی نہیں۔ امام شاطبی کے الفاظ میں:

”تعريف القرآن بالاحكام الشرعية اكثره كلى لاجزئى، وحيث جاء جزئيا

فماخذه على الكلية اما باعتبار اوبمعنى الاصل“ (۳۷)

چنانچہ ہر شعبہ زندگی میں اساسی اور کلی اقدار طے کر دینے کے بعد قرآن حکیم ایک نہایت وسیع دائرہ مباحات کا چھوڑ دیتا ہے جس میں ہم قرآن و سنت کے مجموعی تشریحی فکر، اصولی مزاج اور مقاصد و اقدار کی روشنی میں زندگی کے بدلتے ہوئے تقاضوں سے ہم آہنگ قواعد و ضوابط بنانے کی آزادی رکھتے ہیں اور یہی قرآن کے تشریحی فکر میں اجتہاد کا حصہ ہے جو وہ ان الفاظ میں متعین کرتا ہے: ”واحل لكم ماوراء ذلكم“ (۳۸) اور نئے قاعدہ شرعیہ ”الاصل فى الاشياء الاباحه“ میں اجاگر کیا گیا ہے۔

### (۲) احکام شرعیہ کی درجہ بندی

قرآن کے تشریحی احکام ایک ہی درجہ اور حیثیت کے نہیں بلکہ اساسی طور پر تکلفی اور وضعی کے دو دائروں میں بٹے ہوئے ہیں اور تکلفی دائرہ میں آنے والے احکام طلب اور تنجیہ کی نوعیت کے لحاظ سے بارہ اقسام (فرض، واجب، سنت مؤکدہ، سنت غیر مؤکدہ، مستحب، حرام، مکروہ تحریمی، خلاف اولی، خطا اور تخیر) اور ان کے بہت سے ذیلی درجات

میں منقسم ہیں۔ اسی طرح وضعی دائرہ میں آنے والے احکام سبب، شرط، مانع، صحیح، فاسد، باطل، رخصت اور عزیمت کے متعدد دائروں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ احکام قرآنی کے ان تمام مدارج کا تعین دراصل ان کے پس پردہ کارفرما مقاصد اور مصالح و مفاسد کے درجات میں تفاوت پر مبنی ہے۔<sup>(۳۹)</sup> بندوں کے دینی و دنیوی مصالح کی رعایت میں جو فطری تدریجی ترتیب پائی جاتی ہے وہی ان مصالح عباد پر مبنی احکام قرآنی کے مراتب و درجات میں فرق و امتیاز کی بنیاد ہے۔<sup>(۴۰)</sup> احکام کی یہ درجہ بندی اوامر و نواہی کے تمام درجوں، فرائض شرعیہ کے عینی اور کفائی دائروں اور قواعد و احکام کی کلی اور جزئی تقسیم کے علاوہ تخییر و اباحت کی مختلف حیثیتوں تک پر حاوی ہے۔ اور یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ضوابط و احکام کی درجہ بندی قرآن کا ایک مستقل اور نہایت اہم اصول تشریح ہے۔

### (۳)۔ اصول عدل و توازن

قرآنی تشریح کا بنیادی اصول عدل و توازن ہے جو کہ سلسلہ رشد و ہدایت اور بعثت انبیاء کا مقصد اولیں اور تمام آسمانی شریعتوں کا مشترک نصب العین رہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لقد ارسلنا رسلنا بالبینت وانزلنا معهم الکتب والمیزان ليقوم الناس بالقسط“<sup>(۴۱)</sup>

بناء بریں قرآن حکیم کے تمام اوامر و نواہی اور قواعد و احکام کی بنیاد عدل و توازن ہی متعین ہوتی ہے اور اسی عدل کی نسبت میں قرآنی تشریح کے مختلف دائرے مل کر ایک وحدت و کل بناتے ہیں۔ علامہ ابن قیم رقمطراز ہیں:

”ان الله ارسل رسله وانزل كتبه ليقوم الناس بالقسط وهو العدل الذي قامت به الارض والسموات فاذا ظهرت امارة العدل واسفر وجهه باى طريق كان فثم شرع الله ودينه“<sup>(۴۲)</sup>

یعنی نظام عالم کی بنیاد عدل ہی بعثت و ہدایت کا مقصد بھی ہے لہذا جس بھی طریقے سے عدل کا تحقق ہو وہی شریعت اور دین قرار پائے گا۔

مغربی قانون کے برعکس عدل و انصاف قرآنی تشریح کے ایک اساسی اور داخلی عنصر کی حیثیت رکھتا ہے جس کی تکمیل احکام شرعیہ کے ہر ہر جزو کا بنیادی مقصد ہے۔ استاد علال الفاسی کے الفاظ میں:

”العدالة في الاسلام من صميم التطبيق للاحكام الشرعية وليست نظرية مستقلة عنها“ (۳۳)

یعنی اسلام میں عدل و انصاف کوئی الگ اور خارجی نظریہ نہیں بلکہ اصول تشریح اور تعمیل احکام کا داخلی عنصر ہے۔

### ۴۔ دفع ضرر و فساد

یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل اور ناقابل تردید ہے کہ اللہ رب العزت کا ہر حکم اپنی مجرد حیثیت میں سراسر بندوں کی مصلحت اور رفاہ عامہ پر مشتمل ہے۔ چنانچہ قرآنی تشریح کے لامحدود دائرے میں کوئی ایک بھی حکم ایسا نہیں ہے جو انسانوں کے لیے کلی یا جزوی اور عمومی یا خصوصی کسی اعتبار سے نقصان یا ضرر و فساد کا موجب ہو۔ (۳۴) تاہم اگر کبھی خارجی عوامل کے دباؤ یا خاص حالات میں کوئی آدمی قرآن و سنت کے کسی حکم پر عمل کرنے میں دشواری محسوس کرے تو قرآن کے اصول تشریح میں ایسی صورت حال کا علاج بھی تجویز کر دیا گیا ہے اور وہ یہ کہ ایسے غیر معمولی حالات میں شریعت کے متبادل استثنائی احکام بروئے کار لائے جائیں۔ چنانچہ قرآن میں محرمات اکل و شرب بیان کرنے کے بعد ساتھ ہی ”الاما اضطرتم الیه (۳۵) اور ”فمن اضطر غیر باغ ولاعاد“ (۳۶) اور اسی طرح: ”الامن اکره وقلبه مطمئن بالايمان“ (۳۷) کے واضح احکام بھی دیئے ہیں۔

پھر یہ بھی ہے کہ اگر کوئی بدنیت آدمی شریعت کے دیئے ہوئے بنیادی حقوق کی آڑ میں سوسائٹی کے دوسرے افراد کو اذیت یا کسی قسم کا نقصان پہنچانے کی کوشش کرے تو قرآن کے اصول تشریح میں اس کا تدارک بھی رکھا گیا ہے۔ قرآن حکیم انسان کے مال و دولت سمیت اس کے تمام شخصی حقوق کو خدا کی امانت اور معاشرتی ذمہ داری (Social Responsibility) قرار دیتا ہے اور ہر قسم کی زیادتی کو جرم قرار دیتا ہے۔ میراث کے



بیان میں کہتا ہے: ”غیرمضار“۔<sup>(۴۸)</sup> نکاح و طلاق کے بارے میں: ”ولا تمسکوهن ضرارا“<sup>(۴۹)</sup> اور عمومی طور: ”ولا تعتدوا ان الله لایحب المعتدین“<sup>(۵۰)</sup> اور ”فمن اعتدی بعد ذلک فله عذاب الیم“<sup>(۵۱)</sup>

## ۵۔ ثبات و تغیر میں امتزاج

نظام قدرت اور حیات انسانی کی طرح قرآن کے اصول تشریح میں بھی ثبات و تغیر کا حسن امتزاج پوری طرح جلوہ گر ہے۔ قرآن کی تشریحی فکر اپنے مقاصد، مصادر اور احکام تینوں دائروں میں ثبات و استناد اور تغیر و اجتہاد کے متحارب تقاضوں میں ہم آہنگی اور مطابقت کی صلاحیت سے پوری طرح بہرہ ور ہے۔ چنانچہ سورہ نساء کی آیت نمبر ۵۹ میں جہاں کتاب و سنت کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے، وہیں مسلمانوں کے باہمی اختلاف کی صورت میں کتاب و سنت کی روشنی میں اجتہاد کا اصول بھی رکھا گیا ہے۔ اسی لیے امام رازی اور علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ یہ آیت جملہ اصول دین اور استناد و اجتہاد کے تمام شرعی دلائل کا اثبات کرتی ہے<sup>(۵۲)</sup> اور یہیں سے قرآن کے اصول تشریح میں ثبات و تغیر کا حسن امتزاج پوری طرح آشکار ہو جاتا ہے۔

## قرآن کا معیار تشریح

قرآن کے منج تشریح کا چوتھا اہم اور بنیادی پہلو معیار تشریح ہے۔ قرآن نے ایک مستقل تشریحی نظام فکر ہی نہیں دیا، اس کے لامحدود اسالیب بھی وضع کیے ہیں اور ان اسالیب کو بروئے کار لاتے ہوئے بلند پایہ تشریحی اصولوں کا ایک لازوال خزانہ بھی نوع انسانی کو دیا ہے۔ پھر اصولوں ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ تشریح کا ایک اٹل اور امنٹ معیار بھی متعین کر دیا ہے۔ ذیل میں قرآنی معیار تشریح کے چند اساسی گوشوں پر مختصر گفتگو کی جاتی ہے۔

## ۱۔ اعتبار مآل

ماہرین قانون اور حکمائے اخلاق کے نزدیک یہ حقیقت طے شدہ ہے کہ انسانی افعال کے صواب اور خطا فاسد یا مفید اور مضر ہونے کا دارومدار ان کے نتائج پر ہے۔ اگر اعمال

فرد یا معاشرہ کے حق میں بہتر ہوں تو صائب اور مفید ہیں ورنہ خطا، مضر اور قابل احتراز۔ اعتبار مآل کا یہ تصور حیات و کائنات کا ایک فطری ضابطہ بھی ہے اور قانون و اخلاق کا معیار بھی۔ قرآن کی تشریحی فکر انسانی فطرت کے عین مطابق ہے اور قرآن کے جملہ نصوص و احکام اور مقاصد و مصالح کا استقراء تام یہ حقیقت آشکار کر دیتا ہے کہ اس کا تشریحی منہاج سراسر نظریہ اعتبار مآل پر استوار ہے۔ (۵۳) اصول تدریج اور نسخ سے لے کر خطاب کی تکلیف و وضعی نوعیت اور احکام شرعیہ کی فرض سے حرام تک درجہ بندی نیز قواعد دفع ضرر اور مبدا رخصت و استثنا، سب اسی اعتبار مآل کے تشریحی معیار کی تفصیلات اور تطبیقات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ (۵۴) تفصیل سے قطع نظر یہاں خود اشارات پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ علمائے فقہ و اصول کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اگر کسی حکم شرعی کا نتیجہ اور مآل بجائے مصلحت کے مفسدہ کی صورت میں مرتب ہو تو وہ حکم شارع کے نزدیک قطعاً غیر معتبر ٹھہرے گا۔ (۵۵) امام شاطبی کے الفاظ میں:

” ان لم تعتبر مآلات الاعمال امکن أن یکون الاعمال مآلات مضادة لمقصود تلك الاعمال و ذلك غير صحيح لأن التكليف لمصالح العباد ولا مصلحة تتوقع مطلقا مع امکان وقوع مفسدة توازيها أو تزيد“ (۵۶)

یعنی اگر احکام شرعیہ کے مآل کا اعتبار نہ کیا جائے تو اس امر کا امکان ہے کہ ان احکام کے اصل مقاصد سے متضاد نتائج مرتب ہوں کیونکہ احکام شرعیہ کا مقصد بندوں کے مصالح کی تکمیل ہے اور متضاد نتائج کی صورت میں مصالح کی تکمیل ممکن نہیں رہتی۔

### ۳۔ تکلیف بقدر استطاعت

قرآن کے تشریحی منہاج کا اصل الاصول تکلیف بقدر استطاعت ہے جو اس کے تمام ادوار و نواہی اور احکام و قواعد میں اس طرح جاری و ساری ہے کہ خدا نے شریعت کے ہر جزو کو بندوں کی اہلیت و استعداد اور طاقت عمل سے وابستہ کر دیا ہے (۵۷) اور یہ اہل معیار دے دیا ہے کہ بندہ جس عمل کی قدرت نہ رکھتا ہو اس کا مکلف نہیں ٹھہرایا جا

سکتا (۵۸) کیونکہ شارع کا مقصد لوگوں کے دنیوی و اخروی مصالح کی رعایت ہے نہ کہ انہیں مشقت اور تنگی میں مبتلا کرنا۔ (۵۹) جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ: ”لا یكلف الله نفسا الا وسعها“ (۶۰) اور ”یرید الله بكم اليسر ولا یرید بكم العسر“ (۶۱) سے پوری طرح ظاہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنی تشریح میں بیک وقت اصل اور متبادل احکام کا وسیع ذخیرہ موجود ہے۔ نماز پوری اور قصر، وضو اور تیمم، قصاص اور دیت، حرمت اور اباحت وغیرہ۔ غرض جہاں جہاں اصل احکام کی پیروی میں مشقت کا امکان موجود تھا وہاں وہاں قرآن نے متبادل استثنائی احکام دے دیئے ہیں۔ جن کی انجام دہی سے مطلوبہ مصالح کی تکمیل بھی ہو جاتی ہے اور اصل شرعی احکام کی یاد اور جذبہ اطاعت بھی برقرار رہتا ہے۔ (۶۲) علامہ عبدالوہاب اشعرانی اس معیار تشریح کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

” ان الشریعة المطهرة جاءت من حیث شهود الامر والنہی علی مرتبتین تخفیف و تشدید لا علی مرتبہ و احدہ فان جمیع المكلفین لا یخرجون عن قسمین: قوی و ضعیف من حیث ایمانہ او جسمہ فی کل عصر و زمان، فمن قوی منهم خوطب بالتشدید و لاخذ بالعزائم و من ضعف منهم خوطب بالتخفیف و الاخذ بالرخص و کل منها حیثنذ علی شریعة من ربہ و تبیان“ (۶۳)

یعنی شریعت مطہرہ ہر اختلافی مسئلہ میں امر و نہی کے اعتبار سے تشدید اور تخفیف کے دو مرتبوں پر نازل ہوئی ہے کیونکہ ہر دور کے انسان ایمانی یا جسمانی لحاظ سے قوی اور کمزور کے دو طبقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ طاقتور لوگ شریعت کے مرتبہ تشدید و عزیمت کے مکلف ہیں اور کمزور و پست ہمت مرتبہ تخفیف و رخصت کے مخاطب اور یہ دونوں ہی شریعت الہیہ کی پیروی کر رہے ہیں۔

### ۳۔ تشریح ہم آہنگِ فطرت

اللہ تعالیٰ نے تمام دیگر مخلوقات کی طرح انسان کو بھی ایک مخصوص فطرت پر پیدا فرمایا ہے اور اس فطرت کے مطابق انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں کی صورت گری ہی بقاء حیات کی ضامن ہے۔ قرآن کی تشریحی فکر اگر ایک طرف اپنے مقاصد و معیار کے لحاظ

سے مثالیت کا شاہکار ہے تو دوسری جانب اپنے قواعد و احکام میں فطرت انسانی کے عمرانی تقاضوں سے بھی پوری طرح ہم آہنگ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”فاقم وجهک للددین حنیفا، فطرت اللہ الی فطر الناس علیہا“ (۱۳)

اس سے ظاہر ہے کہ اسلام کا نظام تشریح اپنے مقاصد، مصادر اور تمام کلی و جزئی احکام میں فطرت انسانی کے داخلی مطالبات سے پوری طرح مطابقت رکھتا ہے۔ حلت و حرمت، ندب و اباحت اور وضع و تکلیف کے اس تشریحی دائرے میں کوئی ایک بھی اساسی یا ذیلی حکم ایسا نہیں جو فطرت انسانی سے کسی طور مغایرت رکھتا ہو بلکہ ہر سلبی اور ایجابی قاعدے کی بنیاد کسی نہ کسی داعیہ فطرت پر استوار ہے۔ چنانچہ قرآن کے معیار تشریح کی رو سے اشیاء کی حرمت و اباحت اور اعمال کے حسن و قبح کا پیمانہ فطرت انسانی ہے۔ فطرت کے موافق اعمال حسن ذاتی کے حامل ہیں اور اباحت سے لے کر فرضیت تک کی شرعی حیثیت رکھتے ہیں۔ جبکہ فطرت انسانی کے مغایر انفعال شرعاً و عقلاً قبیح اور خلاف اولیٰ سے لے کر حرام تک کی قانونی حیثیت کے حامل ہیں۔ قرآن کا نظام عبادات انسان کے فطری داعیہ عبدیت کی تسکین، تنظیم اور اظہار کا نام ہے۔ شخصی قوانین Personal Laws انسان کے عزیزہ تحفظ نوع و ذات کے مظاہر ہیں اور دیگر تمام سیاسی، اقتصادی، اجتماعی اور تعزیری احکام درحقیقت انسان کے جبلی شعور ارتفاق کی تنظیم سے متعلق ہیں۔

۳۔ دین ہمہ اوست ﷺ

قرآن اپنے منج اور معیار تشریح کا حاصل ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

”وما اتاکم الرسول فخذوه وما نہاکم عنہ فانتہوا“ (۱۵)

یعنی دین اور شریعت تو بس یہی ہے کہ جو کچھ تمہیں رسول اللہ ﷺ دیں اسے لے لو اور جس سے منع کر دیں، اس سے رک جاؤ۔

بس یہی بات حرف آخر ہے قرآن کے منج و معیار تشریح کے بارے میں۔ یہی اساس دین ہے اور یہی منشاء الہی۔ اس آیت نے یہ حقیقت پوری طرح کھول کر ہمارے سامنے رکھ دی ہے کہ ہمارے دین و شریعت اور نظام فکر و عمل کی روح ذات مصطفیٰ ﷺ ہے۔

آپ ﷺ کی تصدیق معیار ایمان آپ ﷺ کی محبت اساس دین اور آپ کی اتباع حاصل زیست ہے۔ آپ ﷺ کی نسبت کے بغیر دین و ایمان کی محکم پناگاہ میں داخل ہونا ممکن نہیں اور آپ ﷺ کے واسطہ عظمیٰ کے بغیر خدا کی بارگاہ سے کسی کو کچھ نہیں ملتا۔ یہ آیت ہمیں اچھی طرح سمجھا رہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے ہٹ کر دین و شریعت اور ایمان و عمل کا کوئی تصور خدا کے ہاں پیدا نہیں ہوتا۔ دین ہمیں مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ سے ملتا ہے۔ ان کی شخصیت منبع ہدایت، ان کی سیرت سرچشمہ تہذیب، ان کی سنت مأخذ شریعت اور ان کی خوشنودی سرمایہ نجات ہے۔

ویسے بھی یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ شریعت کا دارومدار وحی متلو یا کسی کتاب و صحیفہ کے نازل ہونے پر نہیں ورنہ ہر نبی پر کتاب نازل کی جاتی اور ہر قوم کو ایک مقدس صحیفہ عطا کیا جاتا۔ جبکہ ہم جانتے ہیں کہ ہر قوم، ہر علاقے اور ہر دور میں نبی آئے حتیٰ کہ ایک اسلامی روایت کے مطابق کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام مبعوث ہوئے مگر خدا کی طرف سے کتابیں کل چار اتریں اور ان کے علاوہ چند صحیفے۔ اس سے ایک بات بے غبار ہو کر سامنے آگئے کہ دین کا اصل دارومدار ہمیشہ نبی کی سیرت، سنت اور پسند و ناپسند پر رہا۔ اتباع رسول ہی ایمان باللہ کی اساس اور حسن عمل کا معیار ہے۔ پیغمبر ہی کے ذریعہ دین کا قیام، ملت کی تعمیر، شریعت کی تکمیل اور معاشرہ کی اٹھان ہوتی ہے۔

حضور خاتم النبیین ﷺ کی بعثت شریفہ کے بعد اب رہتی دنیا انسانیت کے لیے من کل الوجوه ہدایت و سعادت اور فلاح و نجات کا ہر راستہ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ اور اسوہ حسنہ کی اتباع میں منحصر ہو کر رہ گیا ہے۔ آپ کی ذات اقدس قیامت تک کے لیے سرچشمہ ہدایت اور منبع شریعت ہے۔ اب جس کو جو کچھ ملے گا اسی مبداء فیض سے ملے گا۔ سنئے! قرآن خود پکار پکار کر کہہ رہا ہے اگر تم رسول خدا ﷺ کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے ورنہ نہیں۔ ”وان تطیعوه تعتدوا“ بے شک ان کی سیرت تمہارے لیے بہترین نمونہ عمل ہے ”لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنة“ (۶۱) کیونکہ ان کا بولنا خدا کی وحی ”وما یطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی“ (۶۷) اور ان کا فیصلہ خدا کی مرضی ہے۔ ”وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ امر ان یکون لہم الخیرة من امرہم“ (۶۸) وہ

ہاں کہہ دیں تو حج فرض ہو جائے۔ ”لو قلت نعم لوجبت“ (۶۹) اور نگاہ اٹھائیں تو قبلہ بدل جائے۔ ”قد نرى تقلب وجهك في السماء فلنولينك قبلة ترضاها“ (۷۰) وہ پکاریں تو نماز چھوڑ کر پہنچنا لازم ”استجيبوا لله وللرسول اذا دعاكم“ (۷۱) اور حکم دیں تو تعمیل بہر صورت دین ہے۔ ”اذا امرتكم بشئ فاتوا منه ما استطعتم“ (۷۲) خدا نے انہیں شارع مطلق بنایا ہے۔ وہ چاہیں تو بدو کو روزہ توڑنے پر کفارہ معاف کر دیں۔ اور چاہیں تو ایک آدمی خزیمہ کی گواہی دو مردوں کے برابر ٹھہرا دیں۔ وہ پسند کریں تو سراقہ کو سونے کے نکلن پہننے کی اجازت دیں اور چاہیں تو ابو بردہ سے کم عمر (چھ ماہ) بکرے کی قربانی قبول کر لیں۔ غرض حلال و حرام کا ہر فیصلہ ان کے سپرد ہے۔ ”یحل لهم الطيب و يحرم عليهم الخبيث“ (۷۳) اور یہی تو قرآن کے منج تشریح کا نقطہ کمال اور معیار تشریح کا حرف آخر ہے۔

دیں وہی، دیں کا عرفاں وہی، برہاں بھی وہی

منزل زیت وہی، زیت کا سماں بھی وہی

حکیم مشرق مصور پاکستان علامہ اقبال کے الفاظ میں:

بمصطفیٰ برسائ خولیش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر باد زسیدی تمام بولہی اوست

### حوالہ جات

- ۱- ابن خلدون: مقدمہ تاریخ ص ۳۷، ۳۸
- ۲- ابن سینا: الشفا (الالہیات) ص ۲۳۱، مجلۃ الاحکام العدلیہ ص ۱۶، ۱۷
- ۳- ابن قیم: مفتاح دارالسعادة ص ۸۰
- ۴- Coulson: Conflicts and tensions in Islamic Jurispuodence, p.35
- ۵- البردوی: کنز الوصول ص ۲۳۰، ابن عابدین: فتح النصار، ج ۲، ص ۱۳۸۔ التوتج، ج ۲، ص ۲۳۳
- ۶- مجدد الف ثانی
- ۷- النساء، ۱۷۳

- ۸- الاسراء: ۸۸
- ۹- الکہف: ۱۰۹، لقمان: ۲۷
- ۱۰- الاعراف: ۱۳۳
- ۱۱- الحشر: ۱۲۱
- ۱۲- الاحزاب: ۷۲
- ۱۳- الحدید: ۹، الانعام: ۱۲۳، الحج: ۷۵
- ۱۴- الفرقان: ۱
- ۱۵- سورہ طلق: ۱
- ۱۶- صفی: مصطفیٰ العظمیٰ الاسلامیہ، ص ۱۵۹
- ۱۷- الآدمی: الاحکام ج ۳، ص ۳۶۰، ۳۱۱، الشاطبی: الموافقات، ج ۳، ص ۸، عزالدین: قواعد الاحکام ج ۱، ص ۹
- ۱۸- الدرعی: نظریۃ اضعف فی استعمال الحق ص ۱۵
- ۱۹- غلال القاسی: مقاصد الشریعہ و مکارمہا، ص ۴۱، ۴۳
- ۲۰- عز الدین: قواعد الاحکام، ج ۱، ص ۹
- ۲۱- ابن قیم: اعلام الموقعین، ج ۳، ص ۳
- ۲۲- شاہ ولی اللہ: حجۃ اللہ البالغہ، ج ۲، ص ۶۶
- ۲۳- سید امیر علی: روح اسلام، ص ۳۰۳
- ۲۴- عبداللہ دراز: دستور الاخلاق فی القرآن، ص ۲۱
- ۲۵- الاعراف: ۱۵۷
- ۲۶- شاہ ولی اللہ: حجۃ اللہ البالغہ، ج ۱، ص ۲۰
- ۲۷- غلال القاسی: مقاصد الشریعہ و مکارمہا، ص ۱۸۷
- ۲۸- دیکھیے البرہان فی علوم القرآن للورکشی، ج ۱، ص ۲۱۷ تا ۲۵۲
- ۲۹- حسن عبدالحکیم (گائیٹن): اسلام اور تقدیر انسانی (ترجمہ) ص ۱۵۰
- ۳۰- الشاطبی: الموافقات، ج ۲، ص ۶۸، ج ۳، ص ۳۹۵

۳۱۔ Faithjaf Schuon: understanding Islam, p.44

۳۲۔ سراج منیر: ملت اسلامیہ، تہذیب و تقدیر، ص ۲۰

۳۳۔ البرکشی: البرہان، ج ۴، ص ۴۳

۳۴۔ مالک بن نبی: الظاہرۃ القرآنیہ، ص ۹۰

۳۵۔ المائدہ: ۳۰

۳۶۔ Hussein Nasr: Ideals and Realities, p.51

۳۷۔ الشاطبی: الموافقات، ج ۳، ص ۳۶۶

۳۸۔ النساء: ۲۳

۳۹۔ تفصیل کے لیے دیکھیے، راقم الحروف کی کتاب ”اسلامی قانون کا نظریہ مصلحت، باب دوم، ص ۲۴۴ تا

۲۷۰

۴۰۔ دیکھیے القرانی: شرح تنقیح الفصول، ص ۷۸، عز الدین: قواعد الاحکام، ج ۱، ص ۸، الشاطبی: الموافقات،

ج ۲، ص ۲۳۹

۴۱۔ الحدید: ۲۵

۴۲۔ ابن قیم: الطرق الحکمیہ، ص ۱۳

۴۳۔ علال القاسی: مقاصد الشریعہ و مکارمہا، ص ۴۱

۴۴۔ تفصیل کے لیے دیکھیے فقہی الدرینی: نظریہ التحف فی استعمال الحق

۴۵۔ الانعام: ۱۱۹

۴۶۔ البقرہ: ۱۷۳، الانعام: ۱۴۵

۴۷۔ النحل: ۱۰۶

۴۸۔ النساء: ۱۳

۴۹۔ البقرہ: ۲۳۱

۵۰۔ البقرہ: ۱۹۰، المائدہ: ۸۷

۵۱۔ البقرہ: ۱۷۸، المائدہ: ۹۳

۵۲۔ الرازی: مفتاح الغیب (تفسیر کبیر)، ج ۱۰، ص ۱۴۳، لآلوسی: روح المعانی، ج ۵، ص ۶۶



- ۵۳۔ الشاطبی: الموافقات، ج ۱، ص ۱۹۲
- ۵۴۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مصنف کی کتاب: ”اسلامی قانون کا نظریہ مصلحت، ص ۲۶۵ تا ۲۹۸
- ۵۵۔ الآدمی: الاحکام، ج ۳، ص ۲۰۳، السبکی: جمیع الجوامع، ج ۲، ص ۲۸۶، البرہاری: مسلم الثبوت، ج ۲، ص ۶۳
- ۵۶۔ الشاطبی: الموافقات، ج ۳، ص ۱۹۶
- ۵۷۔ الشاطبی: الموافقات، ج ۲، ص ۱۰۷
- ۵۸۔ ابن تیمیہ: مجموع فتاویٰ، ج ۲۰، ص ۲۹
- ۵۹۔ عز الدین: قواعد الاحکام، ج ۱، ص ۳۷
- ۶۰۔ البقرہ: ۲۸۶
- ۶۱۔ البقرہ: ۱۸۵
- ۶۲۔ شاہ ولی اللہ: حجۃ اللہ البالغہ
- ۶۳۔ اشعرانی: المیزان الکبریٰ، ص ۵
- ۶۴۔ سورہ روم: ۳۰
- ۶۵۔ الحشر: ۷
- ۶۶۔ الاحزاب: ۲۱
- ۶۷۔ النجم: ۳، ۳
- ۶۸۔ الاحزاب: ۳۶
- ۶۹۔ البخاری: الجامع الصحیح، باب الاعتصام، ج ۹، ص ۱۱۷۔ صحیح مسلم، کتاب الحج
- ۷۰۔ البقرہ: ۱۳۳
- ۷۱۔ الانفال: ۲۳
- ۷۲۔ صحیح مسلم شریف
- ۷۳۔ الاعراف: ۱۵۷